تنزیل و تاویل

امثال القرآن

(۴)

از جناب مولوی محمد ایوب صاحب جیراجپوری

(۱۳) دنیا پرست کا قلب حق کو حق جان لینے کے بعد بھی کس طرح اس کی پیروی سے بھاگتا ہے، اسکی تمثیل:-

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ	اے پیغمبر ان لوگوں کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سناؤ
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ	جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں (لیکن اس نے ان پر عمل
مِنَ الْغٰوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا	نہیں کیا) اور انکی پیروی سے بچ کر نکل بھاگا، پھر شیطان نے
وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ	اسے آلیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے
كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ	تو انہی آیات کے ذریعہ سے اس کو اونچا اٹھاتے لیکن وہ تو
تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ	دنیا سے چمٹ گیا اور اپنی خواہشِ نفس کے پیچھے لگ گیا۔
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اعراف-۲۲)	پس اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اسے جھڑ کو مارو

تو بھی، اور اگر خاموش رہکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی زبان باہر لٹکائے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ پس یہ قصے اپنے مخاطبین کو سناؤ تاکہ وہ غور کریں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت رکھنے والے دنیا پرست کی مثال کتے سے دی ہے۔ دونوں کی کیفیات کا تجزیہ کر کے دیکھو کہ دونوں کی فطرت میں کس قدر یکسانی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو اپنا ہدایت نامہ (کتاب) دیتا

ہے، اسے علم کی بخشش سے نوازتا ہے، لیکن وہ شکر بجا لا کر اس پر عمل کرنے کے بجائے اسے پسِ پشت ڈال دیتا ہے اور عمل کا ہر قدم خواہشِ نفس کی پیروی میں اٹھاتا ہے یعنی خدا کی ناراضامندی کو اس کی رضا پر، مخلوق کو خالق پر اور چند روزہ دنیائے دنی کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ کتے کی جبلت میں اس کے علاوہ اور کیا چیز ہے؟ اپنے پیٹ کے سوا دنیا کی کسی چیز سے اسے سروکار نہیں۔ حرص و آز کا اس کی فطرت پر اس قدر کامل غلبہ ہے کہ چلتے پھرتے اس کی ناک ہر حال زمین سونگھنے میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے اور اسے اپنی آتش معدہ کی تسکین کا موقع مل جائے۔ جب اسے پتھر سے مارا جاتا ہے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید یہ پتھر کے بجائے نوالہ ہو۔ پیٹ کا بندہ لپک کر اسکو بھی ایک دفعہ تو دانتوں سے پکڑ ہی لیتا ہے۔ گویا اس کمبخت کے ذہن میں پیٹ اور کھانے کے سوا کسی اور چیز کا تصور کبھی آتا ہی نہیں۔ جس چیز کو دیکھتا ہے پیٹ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اسی حرص کا اثر ہے کہ جب ایک کتا کوئی بہت بڑی مردہ لاش پا جاتا ہے جو صدہا کتوں کے کھانے کے لیے کافی ہوتی ہے تب بھی وہ کسی دوسرے کتے کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا، اس میں شریک نہیں کرتا اور اگر کوئی دوسرا آن موجود ہوتا ہے تو بھونکنا اور کاٹنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ بھاگ جائے۔ پھر اس دنائت کے ساتھ ساتھ کس قدر ناپاک طبع اور گندہ فطرت ہوتا ہے کہ تازہ اور صاف کھانے کے مقابلہ میں مردار اور بدبودار اشیاء کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اپنے جسم کے سارے اعضاء کو چھوڑ کر بس اپنی شرمگاہ سے دلچسپی رکھتا ہے اور بار بار اُسی کو سونگھتا رہتا ہے۔

کتے کی ان فطری خصوصیات کو سامنے رکھ کر دیکھو کہ جو شخص کتاب الٰہی کی ہدایت سے واقف ہو جائے اور اس کی صداقت کو جان لینے کے بعد عملاً اسکے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اسکی حالت کتے سے کس قدر مشابہ ہے۔ اپنے علم اور اقرار کے خلاف عمل کرنے پر جو چیز اسے مجبور کرتی ہے وہ اسکی حد سے بڑھی ہوئی نفس پرستی کے سوا اور کیا ہے؟ جب وہ پیٹ اور شرمگاہ کا غلام بن جاتا ہے تب ہی تو خدا کو خدا ماننے کے باوجود اسکی بندگی سے انکار کرتا ہے۔ اسکے نفس میں کچھ عرصہ تک ایک کشمکش رہتی ہے۔ ایک طرف اس کا علم کھینچتا ہے اور دوسری طرف اسکی خواہشات کھینچتی ہیں۔ آخر کار جب وہ علم کی رسی توڑ کر خواہشات کی طرف ٹوٹ پڑتا ہے، تو اسکی حالت بالکل

وہی ہوتی ہے جو اوپر کتے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کو حلال سے زیادہ حرام کے ساتھ رغبت ہوتی ہے پھر اسکے دل اور دماغ کی جگہ بھی معدہ ہی لے لیتا ہے۔ پھر وہ دنیا کی ہر چیز کو پیٹ کی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ پھر اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ چار روٹیوں پر اس سے جس چیز کی چاہو قربانی لے لو۔ پھر وہ نوالے کی توقع پر ہر ذلت برداشت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور پیٹ کے بعد اگر کوئی چیز اسکی دلچسپیوں کا مرکز ہوتی ہے تو وہ اسکی شرمگاہ ہے۔ اس کا بس نہیں چلتا کہ ہمہ تن شرمگاہ بن کر رہ جائے!

ابن جریج کا قول ہے کہ کتا منقطع القلب ہوتا ہے، اسکے اندر دل نہیں ہوتا۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سینہ میں دل نہیں ہوتا جو اسے صبر اور وقار پر آمادہ رکھ سکے اور حرص اور بے صبری کی اس کھلی نشانی (یعنی زبان نکالنے) سے باز رکھ سکے۔ ایسا ہی وہ بدبخت انسان بھی ہے جو خدا کی کتاب سے کٹ جاتا ہے۔ وہ بھی اس قلب سے محروم ہوتا ہے جو اسے قناعت اور ضبط نفس پر آمادہ کر سکے۔ اور دنیا کی غلاظتوں میں روح کو لتھڑنے سے روک سکے۔ بے صبری اور عشق دنیا کا فور دونوں کی مشترک خاصیت ہے۔ وہ اس وجہ سے دنیا پر ٹوٹا پڑتا ہے کہ اس کی طبیعت دنیا کے بارے میں غیر معمولی بے صبر اور غیر قانع واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہر آن زبان نکالے رہتا ہے کہ حرص اور لالچ کی آگ اس کے کلیجہ میں ہر دم جلتی رہتی ہے۔ کتے کی زبان لٹکنے سے باز نہ آئیگی خواہ تم اسے مار پیٹ کر زبان منہ میں رکھنے پر مجبور کرو، یا اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اسی طرح جو انسان کتے کی سی حالت میں مبتلا ہو اسکو خواہ تم وعظ و نصیحت کے ذریعہ خدا اور آخرت کا خوف دلاؤ یا خاموش رہو، ہر حال میں اسکا دل دنیا ہی میں پھنسا رہیگا۔

حضرت ابن عباسؓ اس تشبیہ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ اگر تم اس کو حکمت کی باتیں بتاؤ تو وہ اس کا تحمل نہ کر سکیگا، اور اگر اسے یونہی اسکے حال پر چھوڑ دو تو خیر اور راستی کی توفیق نہ پائیگا۔

امام حسن فرماتے ہیں کہ یہ منافق کی مثال ہے جو شاہراہ حق پر کسی طرح ثابت قدم نہیں رہ سکتا، خواہ اس کو حق کی دعوت دی جائے یا نہ۔

ابو محمد ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہر جانور بھوک یا پیاس کی شدت سے بدحواس ہو کر زبان نکالتا ہے۔ مگر کتے

کا حال سب سے مختلف ہے۔ یہ آرام، تکلیف، تندرستی، بیماری، تشنگی، سیرابی غرض ہر حال میں زبان نکالے رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کی مثال کتے ہی سے دی جو آیات الٰہی کو جانتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہیں اور پھر عملاً ان کی تکذیب کرتا ہے۔ اگر اس کو نصیحت کی جائے تب بھی وہ گمراہی کی دلدل میں پھنسا رہیگا اور اگر نصیحت نہ کی جائے تب بھی۔ چنانچہ دوسری جگہ ایک آیت میں یہی حقیقت بیان ہوئی ہے:

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ۔

اور اگر تم ان لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کرینگے۔ تمہارے لیے یکساں ہے خواہ انہیں حق کی دعوت دو یا خاموش رہو۔

اب اس مثل کے لیے جو الفاظ اور جملے استعمال ہوئے ہیں ان کے اسرار و معانی پر ایک نگاہ ڈالو۔ سب سے پہلے آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا کو دیکھو۔ خدا کہتا ہے کہ ہم نے خاص طور پر اس کو اپنی آیات دیں، جو درحقیقت سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اس بخشش نعمت کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس بخشش کی قدر و منزلت کی طرف اشارہ فرمایا۔ ورنہ اگر معمولی سی نعمت ہوتی تو اُوتِيَ (اسکو آیات دی گئی تھیں) کہہ دیا جاتا۔

پھر فرمایا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ یعنی ان آیات کے احاطہ اور اقتدار سے اس طرح نکل بھاگا جس طرح سانپ اپنی کینچلی چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے یا جس طرح کسی جانور کی کھال کھینچی جائے اور وہ گوشت سے الگ ہو جائے۔ دیکھو پہلے جملہ کی طرح یہاں خدا نے اس فعل کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا، یعنی یہ نہیں کہا کہ ہم نے اسے اپنی آیات سے دور کر دیا، کیونکہ یہ تو دراصل اسی بدبخت کا فعل ہے اور اپنی ہواپرستی کی وجہ سے وہ خود ہی اس محرومی کا سبب بنا ہے۔

اس کے بعد آتا ہے "فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ" یعنی شیطان نے اسے پالیا۔ "اتباع" کے معنی یہاں پالینے اور پکڑ لینے کے ہیں۔ چنانچہ قوم فرعون کے بنی اسرائیل کو پالینے کو اللہ تعالیٰ نے "اتباع" ہی کے لفظ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "فَأَتْبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ" (صبح کے وقت انھوں نے بنی اسرائیل کو جالیا)۔ شیطان کا حملہ اس وقت اس پر کارگر ہوا جب وہ آیات الٰہی کو پسِ پشت ڈال چکا تھا۔ اس سے قبل وہ ان آیات کے مضبوط حصار میں مامون و مصئون تھا اور کسی طرف

سے بھی شیطان اس پر قابو نہ پاسکتا تھا الاّ آنکہ وہ کبھی غافل رہا ہو اور اچانک شیطانی فریب کا چند لمحوں کے لیے شکار ہو گیا ہو۔ لیکن جب اس نے آیات الٰہی کے اس حصار کو خود ہی توڑ کر پھینک دیا اور اس سے آزاد ہو گیا تو شیطان نے اپنی کمین گاہ سے جھپٹ کر اسے اس طرح اپنے پنجوں میں داب لیا جس طرح شیر اپنے شکار کو داب لیتا ہے۔ انجام کار وہ ان گمراہوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا (فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ) جو حق کو پہچان کر اس کے خلاف عمل کرتے ہیں اور علم ہدایت رکھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی نہیں بسر کرتے یعنی علمائے سوء۔

پھر فرمایا کہ "اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ذریعہ سے اسکو اٹھا کر بلندیوں پر لے جاتے" (وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا)۔ یہاں خدا اپنا ایک قانون بیان کر رہا ہے کہ محض علم، خواہ وہ کیسا ہی حقیقی اور عظیم کیوں نہ ہو خدا کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ قدر و منزلت کی چیز دراصل اتباع حق اور پروردگار کی رضا جوئی ہے۔ اور علم کی قدر بھی اسی لیے ہے کہ وہ عمل صحیح کا ذریعہ ہے۔ اگر علم ہو اور پھر اسکے خلاف عمل کیا جائے تو یہ انسان کو اور زیادہ غضب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

ضمناً ایک نکتہ اور بھی اس انداز بیان سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندے کا اپنے علم کے ذریعہ سے بلند مرتبے پر پہنچنا حقیقت میں اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے توفیق نہ ملے تو کوئی شخص اپنے علم کے بل بوتے پر اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ مجرد علم کوئی وزن نہیں رکھتا۔ خود علم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کسی نیچے کو اونچا کر دے۔ بلندی پر پہنچنے کے لیے علم کے ساتھ دوسرے بہت سے اسباب کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جو اگر مساعد نہ ہوں تو علم کے باوجود آدمی پست حال رہتا ہے۔ اور اسباب کا مساعد ہونا اللہ ہی کی توفیق پر منحصر ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ "لَرَفَعْنَاهُ" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع کفر ہے نہ کہ وہ شخص جسکی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے آیت کی تفسیر یہ ہوگی کہ اگر ہم چاہتے تو اپنی دی ہوئی آیات کے ذریعہ اس شخص کے اندر سے کفر کو نکال دیتے۔ امام مجاہدؒ اور عطاءؒ اسی طرف گئے ہیں۔ اگرچہ یہ خیال بھی اپنی جگہ صحیح ہے لیکن پہلے

جو مفہوم بیان کیا جا چکا ہے وہی اس آیت کا اصلی مفہوم ہے اور یہ دوسرا مفہوم اس کے لوازم میں سے ہے۔ لہٰذا دونوں اقوال میں کوئی منافات نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں، سلف کی تفسیر کا یہ بھی ایک اصول اور طریقہ تھا کہ وہ بسا اوقات آیتوں کی حقیقی مراد بیان کرنے کے بجائے اس کے لوازم اور مقتضیات بیان کر دیا کرتے تھے۔ جو لوگ ان کے اس طریقہ سے ناواقف ہیں وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان کے نزدیک آیت کا مفہوم ہی یہی ہے۔

"اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ" اس فقرے کی تفسیر میں بہت سے اقوال نقل ہوئے ہیں۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ "وہ بے فکر اور مطمئن ہو گیا" سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ "دنیا کی طرف جھک گیا" مقاتلؒ کے الفاظ ہیں کہ "وہ دنیا کا گرویدہ ہو گیا" لیکن تعدد اقوال محض الفاظ تک ہے ورنہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

"وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" کے مفہوم میں بھی اسی طرح کے مختلف اقوال مذکور ہیں۔ کلبی فرماتے ہیں کہ "معالی امور کو ترک کر کے رذیل مقاصد کے پیچھے پڑ گیا" ابو روق کہتے ہیں کہ "دنیا کو آخرت پر ترجیح دی" عطاءؒ کا قول ہے کہ "دنیا کا مرید ہو گیا اور اپنے شیطان کی پیروی کی" ابن زید کا خیال ہے کہ یہاں "ہوا" سے مراد اس کا وہ میلان ہے جو اسے حضرت موسیٰؑ کے خلاف نبرد آزما ہونے والی کافر قوم کے ساتھ تھا۔ یمان کہتے ہیں کہ "ہوا" سے مراد زن مریدی ہے کیونکہ جس شخص کا یہاں ذکر ہو رہا ہے اسکی بیوی ہی نے دنیا پرستی کی طرف اسے راغب کیا تھا۔

(۱۴) کتاب الٰہی پر عمل چھوڑ دینے والوں کی مثال:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (جمعہ - ۱)	جن لوگوں کو توراۃ دی گئی پھر انھوں نے اسے اٹھانے سے (اس کے احکام پر عمل کرنے سے) عملاً انکار کر دیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ جو لوگ آیاتِ الٰہی کو جھٹلاتے ہیں ان کی

مثال بہت ہی بری ہے۔ اور اللہ راہِ راست سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں ان بدبخت لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب دی تاکہ وہ اس پر ایمان

لائیں، اس میں غور و تدبّر کریں، اس کے فرمان کے مطابق عمل کریں، لیکن انھوں نے اس عطیۂ الٰہی کے ساتھ اعتنا نہ کیا، اسکی تعلیمات کی عملاً مخالفت کی اور اس کی آیات کو طوطے کی طرح پڑھ لینے کے سوا ان سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ وہ جب کتابِ الٰہی کے الفاظ زبان سے دہراتے تو انکی تلاوت بس حلق سے اوپر ہی اوپر رہتی۔ دل پر ایسا قفل چڑھا رہتا کہ کتاب کی ہدایت کا کوئی اثر اندر تک نہ پہنچنے پاتا۔ اس طرح فہم و تدبّر اور عمل و اتباع کے بغیر محض کتاب کے الفاظ دہرانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جس کی پشت پر کتابوں کا انبار لدا ہوا ہوتا ہے اور اسے مطلق علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا ہے۔ اس کا واسطہ ان کتابوں سے بس اتنا ہی ہے کہ وہ انہیں لادے پھر رہا ہے۔

یہ تمثیل اگرچہ یہود کی بیان کی گئی ہے، لیکن معنوی حیثیت سے یہ ان لوگوں پر بھی چسپاں ہوتی ہے جنھیں قرآن دیا گیا ہے مگر وہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، نہ اس کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ اس کو قانون کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ ان کا اس کے ساتھ کمال اعتنا صرف اس قدر ہے کہ حریر و دیبا کے خوشنما جزدانوں میں اسے لپیٹ کر طاقچوں پر رکھ دیا جائے اور بس تبرک کے لیے اس کی تلاوت کرلی جائے۔

(۱۵) مشرکین کی حسرتناک اور کس مپرسانہ ہلاکت کی تمثیل:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ	پس بت پرستی کی نجاست سے دور رہو اور دروغ
وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ	گوئی سے بچتے رہو۔ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ کے ہو رہو
مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ	اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو خدائے واحد کے ساتھ
فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ	شرک کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ گویا وہ آسمان سے
أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ	گر پڑا۔ پھر یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا
(حج - ۴)	کسی دور دراز مقام پر لے جا کر ڈال دیگی۔

اس تمثیل پر غور کرو اور دیکھو کہ اللہ کے ساتھ اغیار کو شریکِ الوہیت کرنے والوں کے انجام اور حالات کی کیسی کامل تصویر ہے۔ اس تشبیہ میں دو پہلو ہو سکتے ہیں:-

(۱) اسے تشبیہ مرکب مانا جائے - یعنی مشبہ اور مشبہ بہ میں باہمی مطابقت ان کے ہر ہر جزو کی حیثیت سے نہ ہو۔ اس صورت میں مشرک کی اس حالت کو، کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں ہلاکت کا ایسا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا ہے جس سے رہائی کی توقع ہی ناممکن ہے، اس شخص کے حال اور انجام سے مشابہت دینا مقصود ہوگا جو آسمان سے گر پڑا ہو اور فضا ہی سے پرندے اسے اُچک کر اس کی تکا بوٹی کرنے لگیں یا ہوا کے تیز و تند جھونکے اسے اڑا کر کسی دور دراز اور سنسان مقام پر ڈال دیں جہاں زندگی کی بقاء و حفاظت کی کوئی شکل نہ ہو - پس جس طرح اس شخص کی ہلاکت یقینی اور ناگزیر ہے اور اسے اس ہلاکت سے کوئی نجات نہیں دلا سکتا اسی طرح توحید کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی شخص ہلاکت سے مفر نہیں پا سکتا۔

(۲) اسے تشبیہ مفرق مانا جائے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کے تمام متقابل اجزاء میں مطابقت ہوتی ہے - اس صورت میں خالص انسانیت کے مقام کو (جس کا فطری تقاضا خدائے واحد کی بندگی ہے، اور جس کی خلقی رفعت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مخلوق کے آگے سر نہ جھکایا جائے) آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کے اوپر بس اللہ ہے، اور سب کچھ اس کے نیچے ہے - جو شخص خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا الٰہ اور رب اور خداوند اور ان داتا اور مالک امر و نہی بناتا ہے، یا خداوندی میں دوسروں کو خدا کا شریک قرار دیتا ہے، اس کی حالت ایسی ہے کہ وہ گویا آسمان سے گر کر تحت الثریٰ کی طرف چلا آ رہا ہے - اب جو وہ اس پستی کی طرف چلا تو اس کے دو ہی انجام ہونگے - یا تو وہ ان فاسق و ظالم حکمرانوں اور جھوٹے مذہبی پیشواؤں کے چنگل میں پھنس جائیگا جو اسکی بوٹیاں شکاری پرندوں کی طرح نوچ نوچ کر کھائینگے - یا پھر خود اپنی ہوائے نفس کے طوفان میں گھر جائیگا اور وہ اسے کہیں سے کہیں اڑائے لیے پھریگی -

(۱۵) موحد اور مشرک کی تشبیہ :

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ - (الزمر - ۳)	اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص تو ایسا ہے جو بہت سے باہم مخالفت رکھنے والے آقاؤں کا غلام ہے، اور دوسرا ایسا شخص ہے جو کامل طور سے ایک ہی آقا کی ملک ہے - کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)

ہر حمد کا مستحق صرف خدا ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں۔

یہاں مشرک اور موحد دونوں کی پوزیشن دکھلائی گئی ہے۔ مشرک اس غلام کی طرح ہے جس کی ملکیت میں بہت سے آقا شریک ہیں، اور لطف یہ ہے کہ ان آقاؤں میں بھی موافقت نہیں ہے بلکہ ہر وقت کھینچ تان ہوتی رہتی ہے۔ ہر آقا اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور انکی کشاکش میں اس غریب کا حال پتلا ہوا جاتا ہے۔ اسکے لیے ان سب آقاؤں کو بیک وقت راضی کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ ان سب کے تقاضے متضاد اور احکام متصادم ہیں۔ برعکس اس کے موحد، جو ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں، اس کشاکش سے محفوظ اور پورے امن میں ہے۔ اس کی حالت ایسے خادم کی سی ہے جو ایک ہی آقا کا خدمت گذار ہے اور اس کے مزاج اور اس کے احکام و مقاصد سے پوری طرح واقف ہونے کی وجہ سے اس کی خدمت اور اس کی رضا جوئی کا طریقہ اچھی طرح جانتا ہے، اس لیے ایک طرف تو اس کا مالک خوش رہتا ہے دوسری طرف وہ خود مختلف المزاج بہت سے آقاؤں کی خدمت و رضا جوئی کی کشمکش سے محفوظ رہتا ہے، اور اپنے واحد مالک کی ہر طرح کی عنایات کا مرکز بنا رہتا ہے۔ کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے اور یقیناً نہیں ہو سکتے، تو پھر مشرک اور موحد کیونکر یکساں ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ قومیت

تالیف سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ کتاب مؤلف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام کے اصول قومیت کی تشریح کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان نسلی یا وطنی قومیت کے اصول قبول نہیں کر سکتے۔ نہ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کوئی قومیت بنا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ ذیل کے نرخوں پر آپ اسے طلب فرما سکتے ہیں۔

چار آنے میں ایک نسخہ ۔ ایک روپیہ میں ۵ نسخے کلے نو روپیہ میں ۵۰ نسخے ۔ پندرہ روپے میں ۱۰۰ نسخے
علاوہ محصول ڈاک بحساب ایک آنہ تین پائی فی نسخہ علاوہ کرایہ ریل

پتہ: مینیجر رسالہ ترجمان القرآن ملتان روڈ۔ لاہور